ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

ترقی پسند اردو افسانے کا داخلی پہلو

(نمائندہ افسانہ نگاروں کے تصور فرد کے حوالے سے)

ڈاکٹر فریدہ عثمان(لیکچرار اردو گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج چغر مٹی پشاور)

محمد عثمان(لیکچرار شعبہ اردو جامعہ اسلامیہ، پشاور)

ڈاکٹر روح الامین(لیکچرار شعبہ اردو جامعہ اسلامیہ پشاور)

Abstract:
The Progressive Movement profoundly impacted the literary and social landscape of the Indian subcontinent, introducing new themes and trends to the literary world and raising social consciousness. While the objectives and manifesto of this movement often overshadowed its internal aspects, labeling it as purpose-driven, the fiction writers influenced by this movement emphasized the individual's internal experience. They creatively portrayed social issues through an individualistic lens, making their stories symbolic for society. Their narratives reflect personal anguish more than collective concerns, illustrating individual internal turmoil, anxiety, melancholy, inferiority and superiority complexes, social alienation, lack of identity, societal pressure, and sexual factors. Their mastery lies in reflecting historical and cultural tragedies through the internal world of a single person. In the stories of Prem Chand, Bedi, Krishan Chander, and Ahmad Nadeem Qasmi, internal tendencies overshadow external factors. This piece aims to highlight the individual internal aspects of the Progressive Movement, whether social, psychological, or personal.

Keywords: Progressive movement, internal aspect's, narratives, individualistic lens,socity,

کلیدی الفاظ: ترقی پسند تحریک، داحلی رجحانات، انفرادیت، سماج، اجتماعی

بیسویں صدی کا منظر نامہ سیاسی و معاشرتی اعتبار سے ہلچل سے بھرپور تھا۔ مختلف ممالک میں آزادی کے لئے تحریکیں شروع تھیں۔ اضطراب اور بے چینی فرد کی داخلی اور اجتماعی زندگی کو متاثر کرنے لگی۔ امریکہ کا فلپائن پر قبضہ سوڈان اور مصر میں بغاوت، جرمنی پر حملہ، پرتگال میں بغاوت، عالمی سطح پر ان سب حالات نے ہندوستان کی سیاسی و سماجی حالات میں تغیر کو جنم دیا۔ خاص طور پر 1899 سے 1905 تک کا دور ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے تکلیف دہ تھا۔ دوسری جانب روس میں اشتراکی نظریات نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا۔ جرمنی میں ہٹلر کے ہاتھوں فاشزم کا آغاز ہوا، جس میں بہت سارے ادیبوں کو جیل بھیجا گیا، اس کے رد عمل میں عالمی سطح پر ایک کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ اس میں ہندوستان کی جانب سے سجاد ظہیر نے شرکت کی۔

کانفرنس کے اختتام پر سجاد ظہیر اور ان کے دوستوں نے انڈین پروگریسیو رائیٹر ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی۔ اردو میں اس تنظیم کو ترقی پسند تحریک کے نام سے پکارا گیا۔ ترقی پسند تحریک کے زیر اثر تخلیق ہونے والا ادب جہاں بھوک استحصالی قوتوں کے خلاف مزاحمت، مزدور اور کسانوں کے حق میں اور سامراجی قوتوں کے خلاف آواز بلند کرتا ہے وہاں ظاہری سطح پر ان کا موضوع خارجی اور اجتماعی بھی ہوتا ہے، تاہم ان کا ایک نمایاں پہلو داخلی بھی ہے۔ اس ادب نے عوام کی توجہ حاصل کی۔ اجتماع کے قرب کو پیش کیا۔ ادب کو محض عشق و رومان تک محدود نہیں کیا۔ انہوں نے ادب کا تعلق سماج سے جوڑا۔ انسانیت کو اہمیت دی، تاہم ان سب رجحانات کے باوجود ادب زندگی کا ترجمان اس وقت بنتا ہے جب وہ زندگی کی ناہمواریوں کی شناخت کرتا ہے اس کی آواز اجتماع کی آواز تب بنتی ہے جب وہ فرد کے داخل کے امکانات تک رسائی حاصل کرتا ہے کوئی بھی ادب تاثیر کے مرحلے کو اس وقت حاصل کرتا ہے جب وہ عارضی نہیں ہوتا، اور دوام کسی بھی تخلیق کو اس وقت ملتا ہے جب وہ انفرادی داخلیت کا تزکیہ ممکن بناتی ہے، یہ ایک حقیقی امر ہے کہ پریم چند، کرشن چندر، بیدی، حیات اللہ انصاری، احمد ندیم قاسمی کے وہ افسانے جو ترقی پسند تحریک کے زیر اثر تخلیق ہوئے ان کو دوام حاصل ہوا، اس کی بڑی وجہ داخلی سطح پر فرد کے کرب تک رسائی حاصل کرنا تھا۔

ان افسانہ نگاروں نے رومان میں فرد کے ساتھ اجتماع کو جوڑا۔ ان کا انداز خارجی نہیں تھاوہ فرد کے داخل سے کرب کی صورتوں کو آشکار کرتے ہیں۔ انہوں نے افرد کے داخل سے اجتماعی المیوں کی تخلیق کی۔ زندگی کو تنقیدی نظر سے دیکھا تاہم تخلیقی سطح پر داخلی عوامل کو نظر انداز نہیں کیا۔ ترقی پسند تحریک سے وابستہ افسانہ نگاروں نے داخلی طور پر سماجی معاشی اخلاقی نفسیاتی حوالوں کو استعمال کیا۔ کہانی اور خاص کر افسانہ میں معاشی اور سماجی زندگی کی عکاسی مختلف طریقوں سے کی جاتی ہے۔ افسانہ کا موضوع انسانی زندگی ہے،اور زندگی کے حوالے سے اجتماعی و انفرادی دونوں کیفیات کا بیان ادب کا مقصد ہے۔ ترقی پسند افسانے میں خارجی موضوعات میں بھی غالب عنصر خوف کا ہے یہ خوف انفرادی طور پر پایا جاتا ہے اور اس کا تعلق انسان کے داخل سے ہے، کوئی بھی تخلیق جو کسی مقصد کے تابع ہوتی ہے اس میں انسانی داخلی کیفیات کی عکاسی مکمل جزئیات کے ساتھ ممکن نہیں۔

انگارے کی اشاعت کو ترقی پسند تحریک کا مقاطعہ آغاز مانا جاتا ہے اس میں شامل افسانے انسانی نفسیات اس کی کم مائیگی، اور داخلی کرب کی عماضی کرتے ہیں، یہ مجموعہ ۱۹۳۳ء میں نظامی پریس لکھنو سے شائع ہوا۔ جس میں سجاد ظہیر کے پانچ افسانے نیند نہیں آتی، جنت کی بشارت، گرمیوں کی ایک رات دلاری، پھر یہ ہنگامہ رشید جہاں کا افسانہ دلی کی سیر, احمد علی کے دو افسانے بادل نہیں آتے مہاوتوں کی ایک رات, اور محمود الظفر کا ایک افسانہ جوان مردی شامل ہیں۔ ان افسانوں میں ہندوستانی مسائل کو نفسیاتی حوالے سے دیکھا گیا، پہلی بار افسانے میں شعور کی رو، کا استعمال ہوا۔ افسانہ "نیند نہیں آتی" میں مرکزی کردار بظاہر سماجی زندگی سے تھک چکا ہے معاشی زوال سے اس کے ہاں مایوسیاں پھیل چکی ہیں اس کے مختلف خیالات کو غیر روایتی انداز میں یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سجاد ظہیر نے کردار کے تصور میں ابھرتی ہوئی مختلف تصویروں کو سلسلہ وار بیان کیا ہے۔ ایک شخص جو رات کی تنہائی سے زیادہ تنہا خود کو محسوس کر رہا ہے اپنی مفلسی سے عاجز ہے۔ فرار کے ایک لمحے میں ماضی میں چلا جاتا ہے جہاں اس کا بچپن ہوتا ہے اس کی ماں جو اس کے کھانے پینے کا خیال رکھتی ہے، اس کا سارا جسم حال میں دکھ رہا ہوتا ہے تاہم ماضی اس کے لئے سکون دہ ہے، مصنف نے ناسٹلجیائی کیفیات کے ساتھ اس کے داخل میں ہونے والی سماجی بیگانگی، شکست خوردگی، احساس کمتری اور واہمہ جیسی کیفیات کو خارج سے منسوب کیا ہے، یہ کردار ترقی پسند ادب کے اس داخلی پہلوؤں کی نمائندگی کرتا ہے جس سے اس عہد کا ہر افسانہ نگار گزرا، اس تحریک سے وابستہ افسانہ نگاروں کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے داخل کے چھپے ہوئے جذبات کو سماج کے لئے علامت بنایا، ترقی پسند تحریک سے وابستہ افسانہ نگار اپنی تخلیقی انفرادیت کی وجہ سے کہانی کی پیشکش میں کسی مقصد کے تابع نہیں رہے بلکہ کہانی کے آغاز وسط و انجام تک آتے ان کی فکر کئی داخلی جہتوں کو عیاں کرتی ہیں ان میں خارجی عوامل داخلی سطح پر نمو پاتے ہیں، مثلا پریم چند کے افسانوں میں کرداروں کی ذہنی سطح، ان کے جذبات سے نشو و نما پاتے ہیں۔ انہوں نے کہانیوں میں ہندوستانی طویل تاریخ کی تہذیبی زندگی کو پیش کیا، جس میں فرد کی شعوری و لاشعوری کیفیات کو سامنے لایا گیا، افسانہ "بھاگن" کی مرجاوا ایک ایسی خاتون ہے جس کا شوہر اس کو رکھنا نہیں چاہتا اور اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ میلے میں گم ہو گئی تھی،

تمہارا کسی غیر مرد کے ساتھ ایک لمحہ بھی تخلیہ میں رہنا تمہاری عظمت پر
داغ لگانے کے لیے کافی ہے مرجاوا دو تین منٹ کے لئے سکتہ کے عالم میں کھڑی رہی(1)"

ترقی پسند افسانے میں مرکزی کردار جہاں معاش و سماج کے روایتی اقدار کی وجہ سے زوال زدہ زندگی گزارتا ہے وہاں پر داخلی سطح پر احساس شکست اور احساس محرومی نے کہانی کی فضا کو متحرک کیا ہوتا ہے کہانی میں افسردگی کی سب سے بڑی وجہ داخلی مراجعت سے جنم لیتی ہے۔ معاشرتی حالات کی تصویر کشی اگرچہ ان کہانیوں کے بنیادی موضوعات ہیں، تاہم ترقی پسند افسانے نے بدلتے ہوئے حالات کے زیر اثر فرد کی جذباتی اور ذہنی کیفیت کو بھی پیش کیا ہے، مجموعی کیفیات سے نت نئے افکار و خیالات کی عکاسی کی ہے، اس عہد کا ہر افسانہ نگار حقیقت کی آگ کو اپنے قریب پا رہا تھا جس نے محبت اور حسن کے تصور کو بدل ڈالا، فرد کے داخل سے خارج کو الگ کیا، ترقی پسند افسانے پر یہ لیبل پختہ کیا گیا کہ وہ محض ادب برائے زندگی کے تصور کو تخلیق کرتا ہے، تاہم دیکھا جائے تو اس حقیقت پسندی میں فرد کے داخلی جذبے عیاں ہیں۔ ان کی کہانیاں اجتماع کی جانب تب جاتی ہیں جب وہ ایک فرد سے سفر اختیار کرتیں ہیں۔ یہ سفر ازلی محرومیوں اور بے بسی کی نمائندگی کرتا ہے، اگر یہ ادب محض مقصد کے تابع ہوتا، تو اس کا موضوع وہ انسانی محرکات نہ ہوتے جو ہمیں حقیقی تصویروں میں ملتے ہیں، پریم چند نے اگرچہ ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہونے کے بعد بہت کم لکھا اور اس کی بڑی وجہ زندگی کا وفا نہ کرنا تھا، تاہم اس تحریک سے وابستہ نمائندہ افسانہ نگاروں نے فرد کے داخلی رجحانات سے خارج کا سفر کیا ہے وہ کبھی بھی اجتماعی نعرے نہیں لگاتے بلکہ ہر فرد کی ایک الگ کہانی پوری تہذیبی تاریخ کے المیے کو پیش کرتی ہے، کرشن چندر کا افسانہ "مہا لکشمی کا پل" جو بظاہر ہندوستانی معاشی حالات کی پیشکش ہے پس پردہ ان ساڑھیوں میں فرد کی داخلی بپتا موجود ہے ہر

فرد ایک احساس سے گزر رہا ہے، ان ساڑھیوں کے مختلف رنگ، علامتی اظہار ہے تاہم یہ علامتیں انسانی حیات کی قدر و قیمت کو سامنے لاتی ہیں، وہ زوال جن سے ہندوستانی فرد اپنی پوری تاریخ میں آزادی نہ حاصل کر سکا اب اس کے لاشعور نے اس کو قبول کر لیا ہے، نفسیاتی طور پر فرد جب مایوسیوں کا عادی ہو جائے تو وہ ان میں سکون محسوس کرتا ہے۔

"شانتابائی کی زندگی بھی اس کی ساڑھی کے رنگ کی طرح بھوری ہے
شانتابائی برتن مانجھنے کا کام کرتی ہے اس کے تین بچے ہیں "(2)
"شانتابائی کے گھر چولہا اس وقت سلگ سکتا ہے جب دوسرے
کے ہاں چولہے ٹھنڈے ہو جائیں(3) "

کرشن چندر کے افسانوں میں انسانی کرب کی آواز سنائی دیتی ہے۔ یہ آواز مختلف کیفیات سے بھرپور ہے یہ آواز اجتماع کی نہیں بلکہ ایک فرد کے داخل کی ہے جو صدیوں سے معاشرتی، مذہبی اور اخلاقی جبر و استحصال کا شکار ہے۔ معاشی زوال یا سماجی جبر تو محض اجتماعی علامت ہے اس علامت کی تفسیر ایک فرد کا کرب ہی کر سکتا ہے، افسانہ "بھوت" جو بظاہر جنگ عظیم کے پس منظر میں ہے جس میں جنگ کے بعد امن کی آمد معاشرے کے لئے جشن کا باعث ہے تاہم اسی میں ایک کردار اپنے ہاتھوں میں بچے کی موت برداشت کرتا ہے یہ موت جنگ سے زیادہ خوفناک ہے۔ اس میں سماج کی ازلی بھوک شامل ہے، جو تجریدی ہے، اور جس نے اخلاقی اقدار کو کمزور کر دیا ہے۔

"اس کا لڑکا اس کی گود میں دم توڑ رہا تھا اور وہ رو رہی تھی اور پولیس مین اسے گالیاں دے رہا تھا
اس کا خاوند تاڑی کے نشے میں دھت اس کی طرف دیکھ دیکھ کر ہنس رہا تھا وہ ننگا تھا
اس کی بیوی ننگی تھی اور ان کے آنسو ننگے تھے اور ان کی ہنسی ننگی تھی"(4)

کرشن چندر نے افسانے میں بھوک سے انسان کی ازلی بے بسی کا نقشہ پیش کیا ہے، یہاں اجتماع جشن میں مصروف ہے، اور ایک فرد بھوک کے پردے میں تڑپ رہا ہے۔ اس کی مامتا ننگی ہو چکی ہے اس کا شوہر بے بس ہے اور ایک انسان جان کی بازی ہار گیا ہے، یہ تینوں افراد اپنی اپنی ہار کا ماتم منا رہے ہیں اور سماجی زندگی رواں دواں ہے، یہی وہ داخلی کیفیت ہے جو ترقی پسند افسانے میں فرد کے داخلی حقائق کو بے نقاب کرتی ہے، وہ فرد جو اس نظام میں اپنے لئے انصاف مانگتا ہے۔ اس کی زندگی میں یہ اہم نہیں کہ فاشزم یا جمہوریت کیا ہے۔

"فتح کا ونیسے کہتے ہیں؟ فاشزم اور ڈیموکریسی اور جنگ اور امن میں کیا تفریق ہے؟ اسے کچھ بھی معلوم نہ تھا
وہ یکا یک اپنے مردہ بچے کو لے کر کھڑی ہو گئی، چمکتے ہوئے بالوں والی عورت سے
جوئیں چننے والے امیروں کبیروں مارواڑی، سے سیٹی بجاتے اور پتلون کی نوک پلک
سنوارتے ہوئے اسٹیشن ماسٹر سے اس کی حیران پھٹی پھٹی نگاہیں کہہ رہی تھیں "5

، کرشن چندر نے اپنے ذاتی مشاہدات میں ان اقدار کو موضوع بنایا جو صدیوں سے فرد کو عام انسانی سطح سے کمتر اور کمزور سمجھتے تھے، انہوں نے فرد کے داخلی دکھ کو ایک نئے انداز میں فطری معنویت کے ساتھ پیش کیا۔ بظاہر وہ افسانے جو خارجی سطح پر پیدا ہونے والی پریشانیوں، ناآسودگی، ناانصافی اور ناکامی جیسے حالات سے جنم لیتے ہیں، ان کی تہہ میں انفرادی جذبات موجود ہوتے ہیں۔ افسانہ "پنڈارے" میں جمنا گاؤں کی اجتماعی حالت کی بہتری کے لئے اپنی عزت نیلام کر لیتی ہے، وہ جوانی میں بیوہ ہو جاتی ہے، افسانہ نگار نے جمنا کی داخلی کیفیات کو نفسیاتی طور پر دیکھا ہے، ان عوامل کی جانب اشارہ کیا ہے، جن سے ایک عورت جنسی و سماجی طور پر گزرتی ہے۔ اس کا مسئلہ اجتماعی ہے تاہم ساری رات وہ اپنے کرب اور جذبات کے ساتھ تنہا لڑتے گزار دیتی ہے۔

",جمنا اپنے خاوند کے مرنے پر ستی نہ ہوئی تھی وہ بہت چیخی چلائی بھی نہ تھی
خاوند کے مر جانے سے زیادہ اسے بیوہ ہو جانے کا غم تھا",6

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

کالو بھنگی,ایک بھنگی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ ایسا کردار ہے جو عمر بھر صفائی کا کام کرتا رہا اور پیتا بھی رہا۔ جانوروں سے اس کو ایک خاص قسم کا لگاؤ تھا اور جانور بھی اس کے ساتھ دوستی کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ وہ اتنا سیدھا سادھا ہے کہ دو عشق کے لفظ سے بھی واقف نہیں۔ اس کی تنخواہ اتنی کم ہے کہ اس کا جی چاہتے ہوئے بھی تلے پراٹھے نہ کھا سکا۔ بھنگی خاندان سے تعلق ہونے کی وجہ سے وہ شادی بھی نہیں کر سکتا۔ کالو بھنگی کا کردار نہ صرف اس کی ذات کا المیہ ہے بلکہ اس تمام کچلے ہوئے ادنی طبقے کا المیہ ہے جو ان محرومیوں کا شکار ہے، جو زندگی کی لذتوں سے دور ہے اس خاندان کا سماج میں کوئی مقام نہیں۔ مصنف کے نزدیک ان کا المیہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی سماج ان کو قبول نہیں کرتا۔ یہ کہانی کالو بھنگی کی ذاتی کہانی ہے تاہم اس میں مصنف نے سماجی بے حسی اور اونچی نیچ کے معیار کو پیش کیا، قاری کالو بھنگی کے داخل کو پڑھے بغیر کہانی کے مکمل ماحول کو نہیں سمجھ سکتا۔

سماج، معاش اور ادب کا گہرا تعلق ہے، ادب انسانی معاشرت اور انسانیت کی وسیع ترین تصویر تخلیق کرتا ہے۔ سماجی زندگی کے تجربات، احساسات، اور معاملات معاشی حوالے سے اثرانداز ہوتے ہیں اس طرح انسانی رویے واقدار سماج میں اس وقت تغیر پاتے ہیں جب یہ اقتصادی حوالے سے اونچ نیچ کا شکار ہوتے ہیں، انسانی سماجی زندگی میں تعلیم، علم وہنر، خاندان، مذہب، سیاست، معیشت، تہذیب وروایات، تمدن، ثقافت، عرض ماضی حال اور مستقبل شامل ہے۔ ادب زندگی کا ترجمان ہے یہی وجہ ہے کہ اس حوالے سے ہر قسم کا موضوع اس کا موضوع ہے ادب کا اصل مقصد، اخلاقی اصولوں، اور نفسیاتی بنیادوں پر سماج کو روشنی فراہم کرنا ہے۔ اس طرح، ادب، سماج اور معاش کا تعلق متعدد پہلوؤں پر مبنی ہوتا ہے۔ ادب سماجی تبدیلیوں، معاشرتی بحرانات، اور انسانی تجربات کا اظہار کرتا ہے اور سماجی زندگی کی حقیقت کو بہتر سمجھنے میں مدد فراہم کرتا ہے، جبکہ سماجی عناصر ادب کو ارتقاو تشکیل کے مرحلے سے گزار کر زندگی کی معنویت سے آشنا کراتے ہیں۔ ادب اور سماج کی طرح معاشی و سماجی تعلق بھی تاریخی ادوار سے ایک ساتھ گزرے ہیں ۔ سماجی نظام کی تبدیلی، معاشی پہلوؤں سے وابستہ رہی، فرد کی انفرادی و اجتماعی معاشرتی، نفسیاتی، اخلاقی، رویے معاشی اونچ نیچ سے متاثر ہوتے رہے۔ ادب نے سماجی و معاشی موضوعات کو اپنا کر اپنا دامن وسیع کیا، یہی وجہ ہے کہ ہر دور کا ادب آفاقی ہونے کے باوجود بھی اپنے عہد کے سماجی و معاشی پہلوؤں تک کسی نہ کسی صورت محدود بھی رہا۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ سماج و معاشی نظام کے ادب پر مختلف اثرات نمایاں ہوتے رہیں، جو کہ ادب کی تشکیل، ارتقا، موضوعات، تکنیک، اور ترکیب پر اثرانداز ہوئے۔ مثال کے طور پر، اگر ایک سماج میں غربت بھوک معاشی عدم توازن کا نظام چل رہا ہے تو ادب کا موضوع بھی یہی ہو گا اگر نہیں تو کسی نہ کسی صورت میں وقتی تسکین کا موجب تو ضرور ہو گا البتہ دائمی نہیں ہو گا اس طرح سماج و معاشی نظام کے موضوعات میں انسانی تجربات کی متنوع جہتیں سامنے آتی ہیں، جو سماجی زندگی کی حقیقتوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ انسانی احساسات، تجربات، جیسے کہ غم، خوشی، عشق، اور جدوجہد، ادب کے خاص موضوعات رہے ہیں، اس طرح جہاں ادب سماجی طور پر ایسے موضوعات کا انتخاب کرتا ہے جو فرد و اجتماع کے لئے تزکیے کا موجب ہو، وہیں پر معاشی و سماجی اثرات ادب کے لئے موضوعات کا تعین اور انتخاب آسان اور پر اثر بناتے ہیں۔

بیدی کے افسانوں میں جہاں ترقی پسند سوچ کی عکاسی ہے وہیں پر گہرے نفسیاتی رجحانات ملتے ہیں انسانی داخلی کیفیات کو سطح پر لانا ان کی اہم خوبی ہے, ان کا افسانہ "حیاتین ب" بظاہر ہندوستانی تاریخی زندگی کے معاشی زوال کی علامت ہے مصنف نے سڑک پر کام کرنے والی خواتین کے حوالہ سے لکھا ہے:

"یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ بلکتے ہوئے بچے بھوک سے نڈھال ہو کر مر جائیں گے "7

بھوک سماجی زندگی کا اجتماعی مسئلہ ہے تاہم انفرادی طور پر ایک فرد کی بے بسی کی عکاسی پیش کرتا ہے کہانی کا مرکزی کردار ماتا دین اور اس کی بیوی ہے دونوں سڑک پر کام کرتے ہیں ان کے بچے نہیں ہیں من بھری ٹھیکیدار کے ہوس کا نشانہ ہو کر حاملہ ہو جاتی ہے ماتا دین یہ سب جانتا ہے اس کے باوجود اس کا علاج کراتا ہے اس کے لئے حیاتین ب دکان سے چراتا ہے، کہانی کا یہ موڑ کہ ماتا دین اس ناجائز بچے کو جانتا ہے اس کے باجود اس کو قبول کرتا ہے، معاشرتی زندگی میں ایک انسان کی بے بسی کا المیہ ہے نفسیاتی طور پر دونوں میاں بیوی عدم شناخت کا شکار ہیں۔ وہ سماجی بیگانگی کو پسند کرتے ہیں، ان کی اندرونی خلفشار، ان کی کم مائیگی کے احساس کو دوچند کرتی ہے یہی وہ کرب ہے جو حقیقی زندگی میں کرداروں کو پیش آتا ہے اور جس کو ترقی پسند افسانے میں تلخ حقائق کے روپ میں تخلیق کیا گیا، انہوں نے اپنے افکار کو پیش کرنے کے لئے اسلوب کی تصنع کاری پر توجہ نہیں دی اس لئے کہ فرد کے داخل کا اضطراب کسی تصنع یا بناوٹ کو نہیں اپناتا، اس کی زندگی میں واقعات جس ترتیب سے جنم لیتے ہیں کہانی کار اس کو اسی انداز سے تخلیق کرتا ہے،

"اس وقت میں سوچنے لگا بلا روکھی سوکھی دال چپاتی میں سے من بھری کیوں کر
حیاتین ب اخذ کر سکتی ہیں اگرچہ کوری نرمی اور نیچ ذات کے یورپی گوشت کھا لیتے ہیں

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

مگر ماتا دین میٹھوں کا نرم نرم گوشت انڈے مکھن پنیر ٹماٹر اور اس کے قسم کی
امیر ان وخوراک کہاں سے مہیا کرے گا جہاں میرا خیال تھا
اس نے تو عرصے سے سبزی بھی استعمال نہ کی تھی" 8

بیدی کا افسانہ "آلو" جس کا مرکزی کردار "لکھی سنگھ" اور اس کی بیوی ہے معاشی بحران کی وجہ سے اندرونی طور پر مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے اس کی بیوی جو ابتدا میں اسے سے محبت کرتی تھی جب معاشی مسئلہ آتا ہے تو اس کے جذبات بدل جاتے ہیں دونوں کے جذبات کو مصنف داخلی طور پر توانائی مہیا کرتا ہے، انسانی داخلی کیفیات میں خارجی عوامل کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

افسانہ "بھولا" میں بھولا کی ماں اور "ببل" میں ببل کی ماں دونوں کی ممتا، زندگی کے گھٹن مراحل میں سے گزرتی ہیں۔ بیدی کے نزدیک حالات کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہو فرد کی اندرونی نیکی اور محبت کی فطرت ہر مشکل پر غالب رہتی ہے اس طرح ان کا افسانہ "گرہن "نفسیاتی طور پر کئی سماجی ایسے کرداروں کو پیش کرتی ہے جن کی شخصیت داخلی سطح پر منفی و مثبت رجحانات کی حامل ہیں، گرہن کی ہولا جو ہر سال ایک بچہ پیدا کرتی ہے شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہے اس کی ساس اور شوہر قدیم روایتی زندگی گزارنے کے عادی ہے جب تک وہ حاملہ رہتی ہے اس کو دو وقت کا کھانا ملتا ہے اور جب اس کا بچہ پیدا ہو تا ہے تو اس پر مظالم شروع ہو جاتے ہیں۔

"ہر سال کے بعد وہ ایک نیا کیڑا گھر میں رنگتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور بچی کی وجہ سے کھایا پیے
ہونا کہ جسم پر اثر انداز نہیں ہو تا تھا شاید اسے روٹی بھی اس لیے دی جاتی تھی کہ پیٹ میں بچہ مانگتا تھا"9

اس کے گھر والے توہم پرست ہے، وہ ہولا کو گرہن کے وقت کوئی کام کرنے نہ دیتے، جب گھر والوں کے مظالم حد سے بڑھ جاتے ہیں تو وہ گھر سے فرار ہو جاتی ہے بیدی نے ایک ماں کے فرار میں فرد کے مجموعی نفسیات کو پیش کیا ہے، اس کا خوف، اس کے قدموں کا لڑکھڑانا، بچوں کے لئے اس کا کرب، اور مستقبل کا خوف سب مشرقی زندگی میں ایک فرد کے ذاتی المیے ہیں، ہولا کا کردار، ہندوستانی زندگی کی تاریخی تہذیب کو پیش کرتا ہے، جب وہ کشتی سے اترتی ہے تو حاملہ ہونے کے باجود وہ اپنی عزت بچانے کے لئے تیز تیز دوڑتی ہے، یہ تمام مناظر کسی بھی معاشرے میں فرد اور اجتماع کے مابین جنم لیتے ہیں، فرد کی اندرونی المیے سماج کی علامت بن جاتے ہیں، افسانہ "اپنے دکھ مجھے دے دو" کی "اندو" اور "مدن لعل" کا کردار محض خانگی زندگی کے مسائل کو بیان نہیں کرتا بلکہ ان دو کرداروں کی داخلی کشمکش کو سامنے لاتا ہے، اندو جو شادی کی پہلی رات اپنے شوہر سے اس کے دکھ مانگ لیتی ہے، خاموشی سے وعدے کو وفا کرتی ہے وہ گھریلوں زندگی میں آنے والے ہر مسئلے کو مدن تک پہنچنے سے قبل حل کر لیتی ہے

"مدن کے لئے اندو روح ہی روح تھی اندو کا جسم بھی تھا لیکن ہمیشہ کسی نہ
کسی وجہ سے مدن کی نظروں سے اوجھل ہی رہا"10

اندو کی داخلی کیفیات ایک ہندوستانی عورت کی تہذیبی زندگی کا احاطہ کرتی ہیں وہ ہر حال میں اپنے شوہر کی ہمدرد ہے اس دوران اس کا خود سے مقابلہ جاری رہتا ہے۔ وہ اس جنگ میں ہار ماننا نہیں چاہتی وہ ہر لحاظ سے مدن کی زندگی کو ہیجان سے دور رکھنا چاہتی ہے، تاہم جب مدن ایک غیر عورت سے تعلقات بڑھاتا ہے تو اس اندو کی اندرونی خلفشار اسے ٹوٹنے پر مجبور کرتا ہے۔

اس طرح دیکھا جائے تو بیدی کے افسانوں میں خارجی عوامل کسی مقصد کا ابلاغ نہیں جس کا لیبل ترقی پسند ادب پر لگا ہے۔ اس تحریک کے زیر اثر تخلیق پانے والے افسانے انسانی زندگی کے تلخ حقائق کو پردے پر لاتے ہیں، جو اس سے قبل کے افسانوی ادوار میں اصلاح پسندی کے بوجھ تلے دب گئے تھے، یہ بجا ہے کہ ترقی پسند تحریک نے کارل مارکس کے نظریئے کو اہمیت دی۔ فرد کی انفرادیت کو ثانوی درجہ دیا، تاہم انہوں نے فرد کے داخلی موضوعا کو نظر انداز نہیں کیا۔

ترقی پسند تحریک کے افسانہ نگاروں میں ایک اہم نام احمد ندیم قاسمی کا ہے، ان کے افسانوں کے بنیادی موضوعات دیہات کی زندگی پر مشتمل ہے، جس میں انہوں نے مختلف موضوعات کو موضوع بنایا، ان میں طبقاتی نظام، کسان مزدور، سماجی مضمرات، اور انسانوں کی ذہنی گھٹن کو اہمیت حاصل رہی، تاہم ترقی پسند تحریک کے دیگر افسانہ نگاروں کی طرح ان کے افسانے بھی فرد سے اجتماع کا رخ کرتے ہیں۔ وہ فرد کے داخل سے لاشعوری کیفیات کو بر آمد کرتے ہیں، اور ان کو سماج میں دیکھتے ہیں۔ ان کا افسانہ سپاہی بیٹا، ایک ماں اور اس کے بیٹے کی روداد ہے، جب جنگ عظیم دوم میں بہت سے ہندوستانی جنگ میں شریک ہوئے ان میں کچھ قید ہوئے، ایک ماں اور بیٹے کے مابین جنگ حائل ہے اور یہ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

جنگ اجتماع کا مسئلہ ہے تاہم اس اجتماع میں دو فرد ہیں جن کے مابین ازلی محبت چل رہی ہے دونوں ایک دوسرے کے کرب اور مسائل کو روحانی طور پر محسوس کر رہے ہیں اس عورت کا بیٹا جنگ میں مر چکا ہے تاہم وہ اس کو زندہ تصور کرتی ہے، اور چاہتی ہے کہ اپنے انتقام کی آگ کو کس طرح تسکین پہنچائے، فرائیڈ نے لاشعوری خواہشات کا تعلق ناخوشگوار یادوں سے جوڑا ہے، اس سپاہی کی موت نے ماں کے لاشعوری جذبات کو المیے میں بدل ڈالا تھا۔

"دباؤ کے باوجود بھی خیالات بھیس بدل بدل کر شعور پر اثر انداز ہوتے ہیں
اس لئے فرائیڈ کے خیال میں ہمارا کوئی بھی فعل اتفاقی نہیں ہوتا، بلکہ لاشعور نے
پہلے ہی سے اس کے وقوعہ کو متعین کر رکھا ہے" 11

سپاہی کی ماں بھی ان لاشعوری داخلی کیفیات سے لڑ رہی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ جنگ میں سپاہیوں کو منتخب کرنے والے عہدہ داروں کو تکلیف پہنچانا چاہتی ہے اور اس کے لئے وہ ، انھیں اپنے گھر تک لے جا کر یہ اعلان کرتی ہے کہ اس کا بیٹا تو جنگ میں مارا جا چکا ہے

پھر وہ گھر کے دروازے پر آکر پوری قوت کے ساتھ پکارے جموں اے جمال
وائے میرے سپاہی بیٹے گاؤں والے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے "12

یہی کیفیات ان کے افسانے "مامتا" میں شامل ہیں، جس میں ایک ماں پنے بیٹے کو برما کے محاذ پر بھیجتی ہے، اور دونوں کے مابین دوریاں کربناک صورتحال اختیار کر لیتیں ہیں

"ماں نے مجھے ہانگ کانگ انے سے روکا تھا اور کہا تھا ہانگ کانگ تو وہاں ہے
جہاں سے آگے سنا ہے دنیا ختم ہو جاتی ہے لیکن میں چلا آیا تھا
اور جب آتے وقت میں نے ماں کی طرف دیکھا تو
اس کے چہرے کی کوئی جھری ایسی نہ تھی جس میں آنسو ندی بن کر پھیل نہ گئے ہو"13

ترقی پسند افسانے کا محاذ محض خارجی عوامل یا معاشی رجحانات نہیں، ان کی تخلیقات میں ایسے جذبات کا بہاؤ شدید تر ہے جن کا تعلق انسان کے داخل اور نفسیات سے ہو، انہوں نے ایسے کوئی احساس نہیں ترک کیا جس میں انسان کی انفرادی دکھ درد کی کہانی عیاں نہ ہوتی ہو، کسی بھی سماج میں فرد کی بنیادی المیے اس کے معاشی صورتحال سے جنم لیتے ہیں، اگر محض ہم اسی پر اکتفا کریں کہ ان کے افسانوں میں معاشی صورتحال ہی ہر موضوع میں ملتا ہے تب بھی ان کا موضوع فرد کی داخلی کشمکش ہے ان کی کہانیوں میں جذباتی طور پر فرد کی وابستگیاں شامل ہیں، سماجی حیثیت کا کمزور ہونا معاشرے میں احساس کمتری کو جنم دیتا ہے انسانی فطری و شعوری شخصیت کسی ماورائی تجربات کا عکس نہیں، بلکہ حقیقی حالات سے جنم لیتا ہے۔ انفرادی نفسیات اجتماعی زندگی کی علامت ہوتے ہیں، احمد ندیم قاسمی کا افسانہ "ثواب" جو بظاہر طبقاتی نظام کے خلاف آواز ہے زمینداروں اور مزارع کے مابین تصادم کی عکاسی کرتا ہے، تاہم در پردہ انسانی کیفیات جو اس کے الم سے جنم لیتے ہیں بہترین انداز میں سامنے لاتا ہے۔ ایک بیوہ ماں کے اکلوتے بیٹے کا کنویں میں گرنا اور زمیندار کا یہ کہنا کہ شام سے قبل اس لاش کو پانی سے نکالیں ورنہ سارا پانی گندہ ہو جائے گا ایک طرف اگر اجتماعی سوچ ہے تو دوسری جانب اس کی ماں کا کرب، چہرے پر موجود جھریوں کا اضطراب اور جذباتی رد عمل فرد کے داخل کی آواز ہے

داخلی طور پر کسی بھی افسانے میں کسی فرد کا مجموعی رد عمل اس کے اندرونی کیفیات کو سامنے لاتا ہے اس کا خوف، فرار، احساس برتری و کمتری، خود کلامی، ہیجان، سماجی بیگانگی، تعصب، منفی و مثبت افکار، جنسی عوامل، عدم شناخت، شخصی کمزوریاں، یہ سب جہاں نفسیات کے دائرے میں شامل ہیں وہی پر کسی بھی فرد کی اندرونی خاموش شخصی محرکات ہیں اور ترقی پسند افسانے میں جہاں اجتماعی مسائل کے لئے مقصدی ابلاغ ملتا ہے وہاں پر فرد کی شخصی کج روی، شعور و لاشعوری محرکات، کے ساتھ سماجی احساس بھی شامل ہے۔ احمد ندیم قاسمی کے افسانوں کی زمین دیہات ہے ان کے کردار فطری ہیں ان کے جذبات و احساسات تصنع سے پاک ہیں۔ افسانہ سونے کا ہار، ایک عورت تین کہانیاں, کپاس کا پھول، مائیں، موچی، الحمد اللہ، سوتیلی ماں، سفید گھوڑا، ان سب میں سماجی مسائل کی نشاندہی فرد کے داخلی جذبات سے کی گئی ہے، ان کی کہانیوں میں انفرادی نفسیات ایک تہذیبی زندگی کے مکمل مدار کو کھولتی ہے جس میں اس عہد کی زندگی، ذہنی الجھنیں، احساس ذات، محرومیاں، جنسی گھٹن سب داخلی طور پر پیوست ملتی ہیں۔

یوں مجموعی طور پر دیکھا جائے تو اردو افسانے کی ابتدا میں جہاں فرد کا تصور سماجی زندگی کے مسائل کو بے نقاب کرتا ہے اور ان میں بنیادی مرکز اصلاح پسندی کو حاصل ہے ،بعد کے تشکیلی دور میں وہ کیفیات اور موضوعات بدل جاتے ہیں، اور حقیقی زندگی کی جانب موضوعات آنے لگتے ہیں، تاہم ان میں بنیادی انقلاب یا رجحان کی تبدیلی اس وقت آتی ہے، جب وہ فرد کا تعلق سماج سے جوڑتے ہیں اور ان حقیقی کیفیات کی جانب اشارہ کرتے ہیں جن سے کوئی بھی فرد اپنی ذاتی زندگی میں داخلی طور پر گزرتا ہے، ترقی پسند افسانہ جہاں موجودہ مسائل کو بے نقاب کرتا ہے اور غیر مساوی معاشی نظام کو سامنے لاتا ہے وہیں پر فرد کی داخلی زندگی کو واقعات تک محدود نہیں رکھتا بلکہ اس کو خارجی زندگی کے لیے ایک علامت بنا کر بھی تخلیق کرتا ہے۔

ترقی پسند تحریک سے وابستہ افسانہ نگاروں نے فرد کی سماجی معاشی اخلاقی اور نفسیاتی ہر ایک پہلو کو موضوع بنایا انہوں نے اپنے افسانوں میں نہ صرف عصری رجحانات کی عکاسی کی، بلکہ فرد کی داخلی افکار کی مفاہیم کو بھی معنویت بخشی۔ پریم چند کا افسانہ کفن، اکسیر، دودھ کی قیمت، بدنصیب ماں، نجات، قہر خدا، آخری تحفہ، ہو یا کرشن چندر کا مہا لکشمی کا پل، سفید جھوٹ، چاول چور، پنڈارے، مسافر، اندھیرے کا ساتھی،، بیدی کا "وٹامن بی، من کی من میں، ببل، بھولا، یو کلپٹس، کلیانی، گھمنڈی کی ماں، ایک عورت تین کہانیاں، اپنے دکھ مجھے دے دوں، یا احمد ندیم قاسمی کا پر میشر سنگھ، ممتا، سفید جھوٹ، گھر سے کھر تک، کپاس کا پھول، بین، ثبوت، پاوں کا کانٹا، سب ترقی پسند تحریک کے نمائندہ افسانے ہیں، تاہم ان افسانوں میں اگر دیکھا جائے، تو ان افسانوں میں سماجی زندگی سے وابستگی اپنے عہد کے تجربات کو پیش کرتی ہے اگرچہ ترقی پسند افسانے میں معاشی لحاظ سے اجتماعی زندگی کے مسائل کو بنیادی اہمیت شامل تھی، تاہم انہوں نے فرد کی ذاتی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں کو پیش کیا۔ مذہبی عقائد، توہم پرستی معاشرتی کی زندگی۔ معاشی حالات، انفرادی اور غیر انفرادی اخلاقی پہلو یہ سب ترقی پسند تحریک کے افسانوں کے موضوع رہیں۔ نفسیاتی رجحان کو ترقی پسند تحریک نے انسانی کیفیات کی صورت میں ڈھالا اس میں فرد کے اجتماعی کرب کو پیش کیا، اور فکر و ذہن کے ان عناصر کو سامنے لے کر آئیں جن میں تنہائی غم غصہ جنسی دباؤ مثبت و منفی رویے احساس برتری اور کمتری اور تعمیر و تحریک کے عوامل شامل تھے۔

مختصرا ترقی پسند تحریک میں افسانے کا تعلق فرد کی معاشی صورتحال کے خارجی رخ سے نہیں، فرد کی سماجی زندگی اس کی تاریخی، اخلاقی اور سماجی تعمیری پہلو شامل ہیں ترقی پسند کہانیوں میں فرد کے اندرونی اضطراب کی پیشکش سے انکار نہیں کیا جا سکتا پریم چند، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی اور احمد ندیم قاسمی کے نمائندہ افسانے اس کی بہترین مثال ہے جس میں انہوں نے معاشی سماجی المیوں سے فرد کے داخل کو جوڑا ہے، اور اس دور کی اضطرابی طبقاتی نظام کو سمجھنے کے لیے فرد کے داخل سے گزرنا پڑتا ہے کوئی بھی ایسی تخلیق جس میں فرد کے داخلی افکار کو اہمیت نہیں ملی وہ اپنے آپ کو نہیں منوا سکی ترقی پسند افسانے کا موضوع داخلی و انفرادی تصورات سے گزر کر سماج کا رخ اختیار کرتا ہے۔

حوالہ جات

1) پریم چند افسانہ "بھاگن" مشمولہ، پریم چالیسی، حصہ دوم، ص194 س،ن
2) پریم چند، بدنصیب ماں، مشمولہ واردات، ص60 س،ن
3) پریم چند بدنصیب ماں, مشمول کلیات پریم چند، جلد14 قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی جولائی، ستمبر2000، ص180
4) کرشن چندر، افسانہ بھوت مشمول تین غنڈے، انڈین بک کہانی لمیٹڈ دہلی1949, ص111
5)ایضاً
6) کرشن چندر، افسانہ پنڈارے، مشمولہ نغمے کی موت، ہندوستانی پبلی شرز دہلی1944, ص36
7)راجندر سنگھ بیدی حیاتین بے مشمولہ کلیات راجیندر سنگ بیدی جلد مرتبہ ڈاکٹر علوی قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی2008 صفحہ149
8) کرشن چندر بھوت مشمولا تین غنڈے انڈین بک کمپنی لمٹڈ دہلی1949 صفحہ111
9)راجندر سنگھ بیدی گرہن مشمول کلیات جلد اول مرتب وارث علوی قومی کونسل برائے فروغ اردو دہلی2008 صفحہ192
10)ایضاً ص586
11)احمد ندیم قاسمی سپاہی بیٹا مشمولہ درو دیوار سنگ میل پبلیکیشنز لاہور2008 صفحہ61
12)ایضاً
13)احمد ندیم قاسمی ممتا مشمولہ کے خود منتخب کردہ40 بہترین افسانے سنگ میل پبلیکیشنز لاہور1991 صفحہ332